بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

پچھلے دنوں ایک امریکن نامہ نگار جو آج کل ایشیا کے ملکوں کا دورہ کر کے وہاں کی مختلف تحریکات اور عوام کے احساسات و جذبات کا مطالعہ کر رہے ہیں بزمانہ قیام کلکتہ از راہ کرم راقم الحروف سے بھی ملنے آئے اور دیر تک مختلف مسائل پر گفتگو کرتے اور جو کچھ میں کہتا رہا لکھتے رہے اس گفتگو سے وہ اس درجہ متاثر ہوئے کہ پھر دوبارہ انھوں نے گرانڈ ہوٹل میں ڈنر پر مدعو کیا اور وہاں کھانے کے بعد رات گئے دیر تک اُن سے گفتگو رہی اثناء گفتگو میں انھوں نے یہ بھی پوچھا کہ "اگر آپ کو امریکہ کی کسی یونیورسٹی کی طرف سے" "اسلام کے نئے رجحانات" پر چند لکچروں کے لئے مدعو کیا جائے تو کیا آپ منظور کرلیں گے" میں نے عرض کیا چشم ما روشن دل ما شاد، مگر شرط یہ ہے کہ تاریخ مقررہ سے کم از کم چھ مہینے پہلے مجھ کو اطلاع دی جائے تاکہ میں لکچر اطمینان سے تیار کر سکوں پھر خط و کتابت بھی حکومت ہند کے ذریعہ ہونی چاہئے۔

موصوف سے گفتگو کے اثنار میں یہ معلوم کر کے میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ موصوف مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مجددانہ افکار سے بڑی حد تک واقف ہیں اور اُن کو بڑی اہمیت دیتے ہیں مولانا کے افکار کے سلسلہ میں موصوف کے ذہن میں ایک بڑی الجھن یہ تھی کہ مولانا ایک طرف قومیت پر بنائے ملک و وطن پر بہت زور دیتے ہیں اور دوسری جانب پوری دنیا کے لئے ایک وفاقی نظام کے قائل ہیں۔ یہ دونوں باتیں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ میں یہ تو

اب بھی ہو رہا ہے مختلف ملکوں میں مختلف قومی حکومتیں قایم ہیں لیکن اس کے باوجود یہ سب انجمن اقوام متحدہ کی ممبر ہونے کی حیثیت سے اس انجمن کے چارٹر کو مانتی ہیں اور اس کے لئے انجمن کے سامنے جواب دہ ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ اس چارٹر کی حیثیت کسی درجہ میں سیاسی ہے ورنہ دراصل وہ ایک اخلاقی معاہدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یا سوویٹ روس کو دیکھئے کہ اس کے ماتحت متعدد جمہوریتیں قایم ہیں جو اپنے اندرونی معاملات میں بالکل آزاد ہیں اور صرف معاشی اور اقتصادی نظام کے اعتبار سے سوویٹ روس کا جز ہیں بس سوویٹ روس میں یا انجمن اقوام متحدہ کے زیر اثر مختلف قومی حکومتوں میں جو باہمی ارتباط پایا جاتا ہے وہ ایک بہت محدود پیمانہ پر ہے مولانا اسی طرح کا ایک بین الاقوامی سنگٹھن یا ایک عالمگیر وفاقیت بہت وسیع پیمانہ پر قایم کرنے کے آرزومند تھے اور صرف اسی ایک چیز کو دنیا کے مصائب و آلام کے خاتمہ کا یقینی اور کامیاب ذریعہ جانتے تھے۔

مولانا کے ذہن میں قومیت کا جو تصور ہے وہ ہرگز جارحانہ یا جابرانہ نہیں ہے جس سے فاشزم پیدا ہوتا ہے اور جس کی وجہ سے انسان انسان کے درمیان نفرت وعناد کی سنگین دیواریں کھڑی ہو جاتی ہیں اور پھر یہی نفرت وعناد ہولناک جنگ کی شکل میں ظاہر ہو کر انسانیت کی بربادی و تباہی کا باعث بنتی ہے اس کے برخلاف مولانا کے نزدیک ایک قوم کی قومیت جو ملکی اور جغرافیائی خصائص کی بنیاد پر قایم ہو۔ ایسے ہی ہے جیسے ایک شخص کی اپنی ذاتی شخصیت اگر ایک شخص اپنی ذاتی شخصیت کو باقی رکھتے ہوئے بھی کسی ایک بڑی جماعت کا ممبر ہو سکتا ہے اور اس سے شخصیت اور جماعتی اشتراک میں کوئی تضاد یا تصادم پیدا نہیں ہوتا تو اسی طرح ایک قوم اپنے ملکی خصائص اور قومی رسوم وعوائد کو باقی رکھتے ہوئے بھی ایک عالمگیر انسانی برادری کا ممبر بن سکتی ہے ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔

فرض کیجئے تمام انسانوں کے لئے ایک ہی لباس اور ایک ہی زبان بن جائے تو قد و قامت اور جسم کی فربہی و لاغری کے باعث ایک ہی وضع کے لباس میں جو فرق و امتیاز پیدا ہو جاتا ہے اور یا مختلف آب و ہوا کے اثر سے زبان کے عضلات میں جو فرق ہوتا اور لب و لہجہ میں اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے لباس اور زبان کی عالمگیر وحدت کی وجہ سے کیا یہ سب امتیازات فنا ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں

انھوں نے یہ بھی پوچھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا مستقبل آپ کے خیال میں کیا ہے؟ میں نے کہا ہندوستان ہو یا کوئی اور ملک بہر حال ہر جگہ کے مسلمانوں کا مستقبل ان کے اپنے ہاتھ میں ہے وہ چاہیں اس کو بگاڑیں یا سنواریں۔ قرآن نے صاف صاف کہا ہے کہ تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ صرف تمہارے اپنے ہاتھوں آتی ہے قرآن مسلمان کو کسی کے رحم و کرم پر جینا ہرگز نہیں سکھاتا وہ مسلمان میں خود اعتمادی کی روح اُجاگر کر کے یہ بتاتا ہے کہ انھیں اپنے ساتھ بھی انصاف کرنا چاہئے اور دوسروں کے ساتھ بھی قرآن میں سب سے زیادہ بُرائی ظلم کی بیان کی گئی ہے اور ظلم کے معنی ہیں وضع الشئی فی غیر محلہ اور قرآن نے ہر شے کا محل اور موقع بھی بتا دیا ہے اس کے علاوہ قرآن نے مسلمانوں کو ایک ایسا کیمیاوی نسخہ بھی عطا کر دیا ہے جس کے ذریعہ سنگدل سے سنگدل دشمن کو بھی موم اور دوست بنایا جا سکتا ہے پس اگر مسلمان اس نسخہ کو استعمال کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ اپنے لیے وہ ایک عام ہر دلعزیزی اور حقیقی عظمت و بزرگی کا مقام حاصل نہ کر سکیں۔